۳۷واں باب

نبوّت کا پانچواں سال (جاری)

آزمائشوں میں صبر اور صلٰوۃ کی نصیحت

۵۵: سُوْرَۃُ طٰہٰ [۲۰ – ۱۶: قال الم]

۳۷واں باب

آزمائشوں میں صبر اور صلوٰۃ کی نصیحت

۵۵: سُورۃُ طٰہٰ [۲۰ — ۱۶: قال الم]

جیساکہ پچھلے باب میں یہ بتایا گیا کہ سخت آزمایشوں کے اُس دور میں [پانچ نبوی اپنے وسط سے آگے نکل گیا ہے] مسلمان ہر وقت وحی الٰہی کے منتظر رہتے تھے تاکہ سر گرمی کی انتہائی بلندی پر ہر روز بدلتی اور نئی صورتِ حال میں جاری اعلائے کلمۃاللہ کی مہم کو اللہ تعالیٰ کی رہ نمائی میں آگے بڑھایا جاسکے اور فتح و نصرت کے جو وعدے اللہ اور اُس کے رسول نے اُن سے کیے ہیں وہ پورے ہو جائیں۔

ہزارہا سالہ تاریخ کی گزر گاہوں میں راہِ حق ایک ہی رہی

سورہ مریم کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ، روح الامین کے ذریعے سورہ طٰہٰ نبی کریم ﷺ کے قلبِ مبارک پر القا فرماتے ہیں۔ پچھلی مرتبہ جب روح الامین تشریف لائے تھے تو پہلے یحییٰ، عیسیٰ، زکریا، مریم علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور مریم علیہا السلام کی والدہ عمران کی بیوی جیسی عظیم ہستیوں کے تذکرے کے بعد ابراہیمؑ، موسیٰؑ، اسمٰعیلؑ، ادریسؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی زندگیوں کی تحریکی داستانوں کو بیان کیا کہ یہ سارے اولوالعزم حضرات، مرد و خواتین، اللہ کے کیسے فرماں بردار، عبادت گزار اور صابر و شاکر بندے تھے، اللہ کی راہ میں جان لگا دینے والے، کسی ملامت کا خوف نہ کرنے والے، ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کر دینے والے، دعوت و ہجرت کے مراحل سے بغیر جلد بازی اور پریشانی کے، صبر کے ساتھ گزرنے والے!! مقصود یہ بتانا تھا کہ مومنین کو ایک خاص راہ سے گزرنا ہوتا ہے، ہزاروں سال سے یہ ایک پٹی پٹائی راہ [سنّت] ہے، زمانے کے ہیر پھیر، اس راہ کے نشیب و فراز کو اور اس راہ کے مسافروں کے انداز کو نہیں بدلا کرتے، اے محمد ﷺ اور اے آپؐ پر ایمان لانے والو! انبیا کے اسی صبرِ عالی شان کے ساتھ دعوت و ہجرت کی راہیں تمھاری منتظر

ہیں۔اب جو جبریلِ امین اس مرتبہ سورۂ طٰہٰ لائے ہیں تو اس میں موسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت تفصیل سے بیان ہوئی ہے، پیدائش سے لے کر جوانی تک، شادی خانہ آبادی سے منصبِ نبوت پر فائز ہونے اور پھر ایک قاہر و جابر جاہلی حکومت و تہذیب سے محض اللہ پر توکل کے ساتھ ٹکرا جانے اور انجامِ کار دعوت و ہجرت کے مراحل سے گزرنے کے تمام مراحل کا تذکرہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہم نوا رضی اللہ عنہم جان لیں کہ یہی نشان ہائے راہ ہیں۔دعوت کے اس جاری مرحلے میں بھی اور آنے والے آیندہ مراحل میں بھی جس رہ نمائی کی ضرورت تھی وہ تمام اس سورہ میں موسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت کے ذریعے مہیا کی گئی ہے۔

بات یوں شروع ہوتی ہے کہ اے ہمارے رسولؐ! ہم یہ قرآن تم پر اس لیے نازل نہیں کر رہے ہیں کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ، تمھارے اوپر لوگوں کے ایمان لانے کی ذمہ داری نہیں تمھارا کام دعوت کو پہنچا دینا ہے،دوسروں کے ایمان اور اُن کو راہِ ہدایت پر لانے کی فکر میں ایک حد سے زیادہ اپنی جان نہ گھلائیں۔

۵۵: سُوْرَۃُ طٰہٰ [۲۰ — ۱۶:قال الم]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم طٰہٰ،اے محمد اس قرآن کے سنانے پر تمھارے اہلِ شہر نے جو شور و غوغا مچایا ہے، تمھارے ساتھیوں پر جو ستم ڈھایا ہے اور تمھیں جس سخت دباؤ میں ڈالنے کی جو پیہم کوششیں کی ہیں کہ تم اس قرآن کو سنانے سے باز آجاؤ تو سنو اور جان لو کہ ہم نے یہ قرآن تم پر اس لیے نہیں اُتارا ہے کہ تم اذیت اور پریشانی میں ڈالے جاؤ اور تم اس غم میں اپنی جان ہلکان کرو کہ لوگ ایمان کیوں نہیں لا رہے ہیں۔ یہ تو ایک یاد دہانی ہے کسی بھی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔یہ قرآن اُس بزرگ و برتر ہستی کی جانب سے نازل کیا گیا ہے جو زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔وہ رحمٰن، کائنات کا مالک ساری کائنات کی سلطنت کو چلا رہا ہے۔وہ اُن سب چیزوں کا مالک ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور جو زمین و آسمان کے درمیان ہیں اور جو مٹی کے نیچے ہیں۔ تمھاری باآواز بلند پکاروں کا سننے والا اور چپکے سے کہی ہوئی بات کو جاننے والا ہی نہیں بلکہ گوشۂ دل میں اُٹھنے والے خیالات تک سے واقف ہے،وہ اللہ ہے،اُس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں، وہ تمام بہترین صفات

> کے ساتھ متصف اپنے لیے موزوں و مبارک نام رکھتا ہے اور وہ نام جو بھی اُس سے تقاضا کرتے ہیں اُن کو کرنے کی قدرت رکھنے والا ہے، پس اے محمدؐ تم دنیا سے نہ ڈرو اور نہ پریشان ہو، سوچو کہ تم کتنی بڑی ذات کے نمایندے ہو۔ [مفہوم آیات ۱ تا ۸]

اہلِ مکّہ کے درمیان اگرچہ یہود آباد نہ تھے مگر قریب کی سرزمین یثرب میں انھوں نے اپنی علمی برتری کی دھاک جمائی ہوئی تھی، روم کے علاوہ نجران، حبش وغیرہ میں عیسائی بھی آباد تھے، یہ دونوں موسیٰ کو تسلیم کرتے تھے، اِن قوموں کے دولت مند، غالب اور معزز ہونے کے باعث قریش کے افکار میں ان کی مرعوبیت نظر آتی تھی اور یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور بزرگی کو تسلیم کرتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس ذہنیت سے فائدہ اُٹھا کر موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے وہ حصے اِن کو سنانے کے لیے نازل کرتے ہیں جن سے یہ اپنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رابطے کی اُس تمثیل کو پہچان لیں جو موسیٰ علیہ السلام اور اُن کو جھٹلانے والی قوم کے درمیان تھا، کیا عجب کہ اپنی اس برسرِ غلط روِش کو اہلِ مکّہ جان لیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روپ میں وہ صداقت اور سچائی انھیں نظر آجائے جو موسیٰ علیہ السلام کو یقیناً حاصل تھی۔

> تمھیں کچھ موسیٰ علیہ السلام کے حالات کا بھی علم ہے؟ ہم تمھیں اس کی کچھ تفصیل بتاتے ہیں جب کہ دورانِ سفر اُس نے دور ایک آگ دیکھی تو اپنے ساتھ شریکِ سفر گھر والوں سے کہا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرو، مجھے ایک آگ نظر آئی ہے۔ میں اُس کی طرف جاتا ہوں، اس سردی میں تمھارے لیے گرمائی کے واسطے کچھ آگ کے انگارے لے آؤں، اور کیا عجب کہ اُس آگ کے قریب راستے کے متعلق مجھے کوئی رہنمائی مل جائے۔ [مفہوم آیات ۹ تا ۱۰]

مشرکین مکہ کا اعتراض: ہمارے جیسا ایک انسان کیوں نبی بنایا گیا؟

قریشِ مکّہ خصوصاً سردارانِ مکّہ کو اس بات پر بڑا اعتراض تھا کہ ہمارے جیسا ایک انسان جو مال و دولت اور عزت و مرتبے میں ہر گز ہمارا ہمسر نہیں، کیوں کر نبی بنا دیا گیا، اللہ کو نبی بنانا تھا تو کسی زیادہ مرتبے والے کا انتخاب کرتا کوئی تقریبِ تاج پوشی ہوتی، فرشتے جلو میں اُترتے وغیرہ وغیرہ۔ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کیے جانے کے واقعے سے سمجھایا جا رہا ہے کہ نبوت عطا کرنے کے لیے ڈھول

تاشے اور نفیریاں بجا کر عوام کو اکٹھا کر کے کسی عالی شان تقریب کی صورت میں نبوّت کی خلعت نہیں پہنائی جاتی۔ نبوّت تو جس کو بھی ملی بس سادگی سے اس طرح ملی کہ سان نہ گمان، جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ملی تھی کہ آگ لینے گئے اور نبوّت مل گئی۔ اور پہلی ہدایت جو ملی وہ یہ کہ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴿۱۴﴾

جہاں اُسے آگ نظر آئی تھی وہاں پہنچا تو ہم نے اُسے آواز دی کہ اے موسیٰؑ، یہ تو میں ہی تیرا رب ہوں، تو تم اپنے جوتے اُتار دو، کیوں کہ تم اس وقت مقدس وادی طُویٰ میں ہو۔ میں نے تُم کو دنیا کے سامنے اپنا پیغام پہنچانے والا (رسول یا پیغمبر) منتخب کر لیا ہے، جو کچھ اللہ کی جانب سے پیغام یعنی وحی تم پر کی جا رہی ہے، اُسے غور سے سُنو: میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت و بندگی اور اطاعت کے لائق نہیں، پس تم میری بندگی کرو اور میری یاد کے لیے نماز کا اہتمام کرو۔ اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ قیامت تو لازماً آ کر رہے گی۔ میں اُس کے انعقاد کے وقت کو چُھپائے رکھوں گا، تاکہ ہر متنفس اس دنیا میں اپنی جدوجہد کے مطابق بدلہ پائے...... تو دیکھنا کہیں تمھیں کوئی ایسا شخص جو روزِ قیامت پر یقین نہیں رکھتا اور اپنی نفسانی خواہشوں کا غلام بن گیا ہے تُم کو نماز سے غافل نہ کرنے پائے، اگر ایسا ہوا تو، تُو ہلاکت میں پڑ جائے گا۔

اور اے موسیٰؑ تمھارے ہاتھ میں یہ کیا چیز ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ میرا عصا ہے، جس کے سہارے میں ٹیک لگا کر چلتا ہوں، اِس سے اپنی بکریوں کے لیے پتّے جھاڑتا ہوں، اور میں اس سے اور دوسرے بھی بہت سے فائدے اُٹھاتا ہوں۔ فرمایا اے موسیٰ اس کو زمین پر ذرا پھینکو تو سہی! موسیٰ نے جوں ہی اُسے پھینکا، یک دم وہ ایک سانپ بن گیا جو رینگ رہا تھا۔ حکم ہوا اُٹھا لو اِس کو اور ڈرو نہیں، ہم اسے دوبارہ ویسا ہی کر دیں گے جیسے یہ پہلے ایک لکڑی کا عصا تھا۔ اور ذرا اپنا ایک ہاتھ اپنی بغل میں دباؤ، وہ اُس میں سے بغیر کسی تکلیف کے دُوسری نشانی بن کر ایک دم سفید (برص کی مانند) چمکتا ہوا نکلے گا۔ یہ اہتمام اس لیے ہے کہ ہم تمھیں اپنی بڑی نشانیاں دکھانے والے ہیں۔ اب تُم مصر کے حکمراں فرعون کے پاس جاؤ، وہ بہت سرکش ہو گیا ہے۔

موسیٰؑ نے ہمارے حضور درخواست کی کہ اے میرے رب میری سوچ و فکر اور ہمت کو اس دعوتِ دین کے کام کے لیے راغب و رواں کر دیجیے رب اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ اور میرے سپرد اس کام کو

میرے لیے آسان کر دیجیے اور میری زبان کی جو لکنت ہے وہ دور کر دیجیے تاکہ میری دعوتی گفتگو اور تقریر کو لوگ سمجھ سکیں، اور میرے لیے میرے ہی رشتہ داروں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر مقرر کر کے میری کمر مضبوط کیجیے، اُس کو میری ذمہ داری میں شریک بنا، تاکہ ہم از بس تیری تسبیح (ہر شرک سے پاکی) بیان کریں اور خُوب ہی تیرا چرچا کریں۔ تُو ہمیشہ میرے حال سے واقف رہا ہے۔ فرمایا گیا کہ اے موسیٰؑ چلو سب کچھ دیا گیا جو بھی تُو نے طلب کیا۔

یاد کرو کہ ہم نے پہلے بھی ایک بار تیری پیدائش کے موقع پر تجھ پر اپنا فضل کیا تھا جب ہم نے تیری ماں کو وہ بات الہام کے ذریعے سجھائی تھی جو وحی کی جا رہی ہے کہ اِس بچے کو صندوق میں رکھ کے دریا میں ڈال دو۔ اور یوں ہو کہ دریا اسے کنارے پر ڈال دے اور اسے وہ اُٹھائے جو میرا بھی دشمن اور اس بچے کا بھی دشمن ہے۔ میں نے اپنی محبت کا پر تو تجھ پر ڈال دیا تاکہ تُو میری نگرانی میں پرورش پائے۔ اے موسیٰ یاد کرو جب تیری بہن تیری تلاش میں چلتی اُس گھر تک پہنچ گئی جہاں تو بہتا ہوا پہنچا تھا اور پھر وہاں جا کر فرعون کے گھر والوں کو تجویز کرتی ہے کہ میں تمھیں اُس خاتون کا پتا دیتی ہوں جو اِس بچے کی اچھی طرح پرورش کرے یوں ہم نے تجھے پھر تیری ماں کی طرف لوٹا دیا تاکہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگیں نہ رہے۔ اور یہ بھی یاد کرو کہ تم نے ایک قبطی شخص کو قتل کر دیا تھا ، ہم نے تُم کو اس مصیبت سے نکالا اور پھر تمھیں خوب خوب پرکھا اور پھر مدین کی بستی میں کئی سال مقیم رہے۔ پھر اب ہمارے منصوبے کے مطابق ٹھیک معینہ وقت پر تم اس جگہ (وادی مقدس طویٰ میں) موجود ہو۔ اے موسیٰؑ میں نے تم کو اپنے کارِ خاص کے لیے منتخب کر لیا ہے۔

پھر ہم نے کہا کہ تم اور تمھارا بھائی ہارون میری نشانیاں (یدِ بیضا اور عصا سمیت نو معجزات) لے کر فرعون کے پاس جاؤ، خبردار میری یاد میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھنا کہ دعوتِ دین میں یہی زادِ راہ ہے۔ جاؤ، تم دونوں فرعون کے پاس پہنچو، وہ بلاشبہ بہت سرکش ہو گیا ہے۔ دیکھو! اس کو نرمی کے ساتھ دعوت دینا، شاید کے وہ نصیحت قبول کرے یا اُس کو خدا اور آخرت کا خوف آ جائے۔ اُنھوں نے عرض کی اے ہمارے پروردگار، ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر ستم ڈھائے گا یا اُس کی سرکشی میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ ہم نے اطمینان دلایا کہ ڈرو نہیں میں تمھارے ساتھ ہوں، سب کچھ سُنتا اور دیکھتا رہوں گا پس تم دونوں اُس کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ ہم دونوں تیرے رب کے بھیجے ہوئے رسول ہیں، بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لیے چھوڑ دے اور ان کو غلامی کا عذاب نہ دے۔ ہم تیرے

پاس تیرے رب کی ایک بڑی نشانی لے کر آئے ہیں، اُن لوگوں کے لیے امن وسلامتی ہے جو ہدایت کی پیروی کریں۔ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ہم کو وحی کی گئی ہے کہ جو جُھٹلائیں گے اور منہ موڑیں گے اُن کے لیے عذاب تیار ہے۔ [مفہوم آیات ۱۱ تا ۴۸]

دعوتِ حق کے علم بردار اقتدارِ وقت کے فرعونوں سے نہیں ڈرتے

اہلِ ایمان بھی جان لیں اور منکرینِ دعوت بھی کہ ان بے سر و پا اعتراضات اور اوچھے الزامات میں کچھ نہیں رکھا ہے، فرعون اور اُس کے حالی موالی اسی طرح اعتراضات اور الزامات کا کھیل، کھیل چکے ہیں لیکن انجامِ کار دین کی دعوت کو جھٹلانے والے ناکام ونامراد ہوئے اور اللہ نے اپنے نبی اور اُس پر ایمان لانے والوں کو نجات دے دی۔ آج بظاہر محمد ﷺ اور اُن کے ساتھی بے سر و ساماں ہیں لیکن اللہ تو اُن کی پشت پناہی کے لیے موجود ہے! جس طرح فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ برباد ہوا۔ اگر قریش ایمان نہ لائے تو اسی طرح برباد کر دیے جائیں گے۔ اسی سلسلہ کلام میں اُن باہمت و جرات مند انسانوں کا تذکرہ ہے جنھوں نے جادو کی فن کاری سے توبہ کر کے موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کیا تھا کہ جب حق کو انھوں نے پہچان لیا تو وہ بے دھڑک اس پر ایمان لے آئے اور پھر نہ فرعون کی دھمکیاں اُنھیں جادۂ حق سے ہلا سکیں، اور نہ ہی پھانسیوں کا اور حکومتِ وقت کے انتقام کا خوف انھیں بال برابر بھی ایمان کی راہ سے ہٹا سکا۔

جب وہ اللہ کی ہدایت کے مطابق فرعون کے پاس پہنچے اور اس کو اس طرح دعوت دی جیسا کہ اُن کو کہا گیا تھا تو فرعون نے سوال کیا، اے موسیٰ ذرا یہ تو بتاؤ کہ پھر وہ کون سی ہستی ہے جس کا تم حکم مانتے ہو، بتاؤ تو سہی تم دونوں کا رب کون ہے؟ موسیٰؑ نے جواب دیا ہمارا رب تو وہ ہے جس نے اس کائنات کی ہر چیز کی تخلیق کی، ڈیزائننگ کی، پھر اُس کی رہ نمائی کی، [مثلاً ہوا کو چلنا، پانی کو بہنا، پرندوں کو اُڑنا اور مچھلیوں کو تیرنا]۔ فرعون نے ایک ٹیڑھا سوال کیا اور بولا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہمارے باپ دادا کی جو نسلیں پہلے گزر چکی ہیں وہ سب گم راہ تھے جو تمھارے رب کو نہ پوجتے تھے۔ بتاؤ تمھارے عقیدے کے مطابق ہدایت یا گمراہی کے باب میں اُن کی کیا حالت تھی؟ موسیٰؑ نے کمالِ حکمت سے جواب دیا کہ اِس بات کا علم میرے رب کے پاس ایک رجسٹر میں محفوظ ہے۔ میرا رب نہ

بھٹکتا ہے نہ بھولتا ہے۔ موسیٰؑ نے فرعون کو مسکت جواب دینے کے بعد اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: سوچو تو سہی، وہی اللہ تو ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو گھوارا بنا دیا اور اُس میں تمھارے لیے راہیں نکالیں، آسمان سے پانی برسایا، پھر اِس اہتمام کے ذریعے سے طرح طرح کی نباتات [غلے ،سبزیاں، پھل، پھول، ادویات اور تعمیراتی و آرایشی پودے وغیرہ وغیرہ] نکالیں۔ کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔ یقیناً اِس سارے انتظام و اہتمام میں عقلِ سلیم رکھنے والوں کے لیے اللہ کو پہچاننے کے واسطے بہت نشانیاں ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی۔ جس مٹی سے یہ نباتات اُگتی ہیں اِسی مٹی سے ہم نے تم کو بھی پیدا (اگایا) کیا ہے ،اِسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی[۴۶]

ہم نے فرعون کو اپنی ساری نشانیاں دکھائیں مگر وہ جھٹلانے پر اڑا رہا اور ہر بات کا انکار کیا۔ بولا اے موسیٰؑ، کیا تُم ہمارے پاس اِس لیے آئے ہو کہ اپنے جادو کے زور سے ہماری حکومت پر قبضہ کر کے ہم کو بے دخل کر دو؟ اچھا، یہ جادو گری جو تم نے دکھائی ہے، اس کے مقابلے میں ایسا ہی جادُو ہم بھی لائیں گے ،وقت اور مقام طے کر لو کہ کب اور کہاں مقابلہ کرنا ہے۔ نہ ہم اِس سے پھریں گے نہ تُم ہی مقابلے سے بھاگو۔ کُھلے میدان میں مقابلہ ہو جائے۔ موسیٰؑ نے کہا آنے والا تہوار کا دن طے ہوا، اور دن چڑھے چاشت کے وقت لوگ جمع ہوں۔ مقابلہ طے ہو گیا تو فرعون نے اپنی پوری توجہ اس کے لیے تیاری کرنے پر مرکوز کر دی، اُس نے اپنے سارے ہتھکنڈے جمع کر لیے پھر طے شدہ دن اپنے جادو گروں کے لاؤلشکر کے ساتھ مقابلے کے لیے آ گیا۔ موسیٰؑ نے عین مقابلہ شروع ہونے سے قبل جادو گروں کو آخری حجت کے طور پر انھیں خبر دار کیا، اے نادانو! تمھارا ناس ہو، اللہ پر جھوٹی تہمتیں نہ باندھو وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔ کہ وہ ایک سخت عذاب سے تمھارا ستیاناس کر دے، جس نے بھی اللہ پر جُھوٹ باندھا وہ نامراد ہوا۔

موسیٰؑ کی یہ پُر سوز اور اخلاص بھری بات سُن کر لوگ مرعوب ہو گئے اور والیانِ سلطنت اور جادو گروں کے درمیان اختلافِ رائے ہو گیا اور وہ مقابلے سے بھاگنے یا جمے رہنے کے لیے باہم مشورے اور سرگوشیاں کرنے لگے۔ آخر کار کچھ جاہلیت کے مارے لوگوں نے بڑھاوا دیا کہ یہ موسیٰؑ

---

۴۶ قبر پر تین مرتبہ مٹّی ڈالتے وقت یہی تینوں فقرات دہرائے جاتے ہیں تا کہ مٹی ڈالنے والے کو اپنا ماضی، حال اور مستقبل یاد رہے۔

اور ہارونؑ دونوں کے دونوں تو بڑے جادُو گر ہیں، ان سے کیا ڈرنا، اِن کی خواہش یہ ہے کہ اپنے جادُو کے زور سے تم کو تمھاری اس زمین پر حکم رانی سے بے دخل کر دیں اور تمھارے سسٹم کو تہس نہس کر دیں۔ متحد ہو کر آج اپنی ساری تدبیریں اکٹھی کر لو اور یک سو ہو کر میدان میں آؤ، جان لو کہ آج جو غالب رہا اُسی کی حکومت ہو گی۔ اس بات پر یک سو ہو کر جادُو گر بولے: موسیٰؑ، تم اپنا عصا پھینکتے ہو یا پہلے ہم اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں؟

موسیٰؑ نے کہا بلکہ تم ہی پہل کرو، یہ کہنا تھا کہ یکایک اُن کی رسّیاں اور اُن کی لاٹھیاں اُن کے جادُو کے زور سے موسیٰؑ کو رینگتی ہوئی نظر آنے لگیں گویا وہ دوڑ رہی ہیں۔ اور لمحے بھر کے لیے موسیٰؑ کے دل میں خوف کی لہر در آئی، ہم نے کہا ڈرو نہیں، تُم ہی غالب رہو گے، اب ذرا پھینکو جو تمھارے ہاتھ میں ہے، تیرے عصا سے پیدا ہونے والا سانپ ابھی ان بناوٹی چیزوں کو نگلے جاتا ہے، اور سارا ڈرامہ تمام ہوتا ہے۔ یہ جو کرتب انھوں نے دکھایا ہے محض فریب جادُو گری ہے، محض نظر کا دھوکا ہے۔ جادُو گر جہاں بھی جائے کبھی کام یاب نہیں ہو سکتا۔ مقابلے کا انجام یہ ہوا[۴۷] کہ سارے جادُو گر سجدے میں گرا دیے گئے اور وہ پُکار اُٹھے: ہم ہارونؑ اور موسیٰؑ کے رب پر ایمان لے آئے۔

فرعون جادو گروں پر غضب ناک ہوا اور کہا تمھاری یہ جرأت! تم نے میری اجازت کے بغیر ایمان لانے کا اقدام کیسے کر لیا؟ معلوم ہو گیا کہ یہی تمھارا استاد ہے جس نے تمھیں جادُو سکھایا تھا، تمھاری شکست ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔ اچھا، اب میں تمھارے ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹوں گا[۴۸] اور اس کی تشہیر کی خاطر کھجور کے تنوں پر تمھیں سُولی دوں گا، پھر تمھیں پتا چل جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کس کی سزا زیادہ سخت اور زیادہ دیر پا ہوتی ہے۔ فرعون کی اس دھمکی کے جواب میں جادُو گروں نے کہا، کہ اُن کھلی دلیلوں پر جن کا ہم نے مشاہدہ کیا اور اُس ذات پر کہ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، ہم ہر گز تجھ کو ترجیح نہیں دے سکتے، جو کچھ تجھے کرنا ہے کر لے۔ تُو جو کچھ کر سکتا ہے بس اِسی دنیا کی

۴۷ جادو گروں پر یہ حقیقت منکشف ہونے میں دیر نہ لگی کہ موسیٰ علیہ السلام کوئی جادو گر نہیں ہیں بلکہ اُن کا سانپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ معجزہ ہے، جب کہ اُن سے زیادہ کوئی نہ جانتا تھا کہ اُن کی رسّیوں کے بنے سانپ محض فن کاری ہیں، جادو کی حقیقت نہیں۔

۴۸ یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کٹوا دوں گا تاکہ جسمانی توازن بالکل بگڑ جائے اور انسان کی ہیئت کذائی اُس کو قابل نفرت بنا دے۔ فرعون کا کہنا تھا کہ نہ صرف یہ سزا دوں گا بلکہ اس کے بعد کھجور کے تنوں پر میخوں سے ٹھکوا دوں گا تاکہ چیل کوّے گوشت نوچ کر کھاتے رہیں اور یوں تم کو اس طرح قابلِ نفرت بنا دوں گا۔

زندگی میں کر سکتا ہے۔ ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے، تاکہ وہ ہماری خطاوں کو اور اُس جادو گری کو معاف کر دے جس پر تُو نے ہمیں مجبور کیا تھا۔ اللہ ہی اچھا ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔

یقیناً جو شخص بھی مجرم کی حیثیت سے اپنے رب کے حضور حاضر ہو گا تو اُس کے لیے دوزخ ہے جس میں وہ نہ مرے گا اور نہ ہی جیے گا۔ اِس کے مقابلے میں، ایسے سب لوگ جو اللہ کی جناب میں مومن کی حیثیت سے حاضر ہوں گے اور نیک عمل بھی کیے ہوں گے ان کے لیے بلند درجے اور ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ صلہ ہے اُس کا جو پاکیزگی اختیار کرے۔

ہم نے موسیٰؑ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ اب راتوں رات میرے بندوں (مراد ہے بنی اسرائیلیوں کو) کو لے کر صحرائے سینا کی طرف نکل جاؤ، اور اپنا عصا سمندر پر مارو، اس طرح اُن کے لیے سمندر میں خشک راستہ بنالو، تجھے کسی پیچھا کرنے والے کا کوئی ڈر اور خوف نہ ہو گا اور نہ ہی سمندر میں ڈوب جانے کا کوئی خوف۔

بنی اسرائیل کے تعاقب میں فرعون جب سمندر کے درمیان بنی اسرائیل کے لیے ہمارے بنائے ہوئے خشک راستے سے گزر رہا تھا تو راستے کے دونوں جانب کی موجیں آپس میں مل گئیں، اور سب ڈوب گئے، کوئی نہ بچا۔ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ ہی کیا تھا، کوئی صحیح رہ نمائی نہیں کی تھی۔ اے بنی اسرائیل، ہم نے تم کو تمھارے دشمن سے نجات بخشی، اور طور کے دائیں جانب تمھاری حاضری کے لیے وقت مقرر کیا اور صحرا میں تمھاری خوراک کے لیے تم پر من و سلویٰ اُتارا کہ ہماری عطا کردہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور کھا کر سرکشی نہ کرو، ورنہ تم پر میرا غضب ہو گا اور جس پر میرا غضب ٹُوٹا وہ تباہ ہوا! البتہ جو توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھا چلتا رہے، اُس کے لیے میں بڑا ہی معاف فرمانے والا ہوں۔

اے موسیٰ، تم اپنی قوم کو چھوڑ کر طے شدہ وقت سے پہلے چلے آئے ہو! کس وجہ سے جلد آ گئے ؟ اُس نے فرطِ اشتیاق سے عرض کیا کہ وہ لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے بس آ ہی رہے ہیں۔ اے میرے رب میں جلدی تیرے پاس اس لیے آیا ہوں، تاکہ تیری خوش نودی حاصل کروں۔

فرمایا اچھا، تو سُنو، ہم نے تمھاری غیر حاضری میں تمھاری قوم کو بچھڑے کی پوجا کے ذریعے سے

آزمایا ہے۔ سامری[49] نے انھیں گم راہ کر ڈالا۔ موسیٰؑ سخت غصے اور رنج کے ساتھ اپنی قوم کی طرف پلٹ آیا اور کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا تمھارے رب نے تم سے اچھے وعدے[50] نہیں کیے تھے؟ کیوں تمھاری بے صبر طبیعت تکمیلِ وعدہ کے لیے زیادہ دن صبر نہیں کر سکی؟ تم نے تو اپنے اوپر اپنے رب کے غضب کا سامان کر لیا کہ تم نے میری طے شدہ میعاد کی وعدہ خلافی کر ڈالی۔

[مفہوم آیات ۸۹ تا ۸۶]

ایک نبی کی امت میں شرک کی ابتدا کیسے ہوتی ہے؟

اس سورۃ میں اہلِ مکّہ کو بتایا جا رہا ہے کہ جن لات، عزّیٰ، ہبل اور منات اور اِن جیسے متعدد دوسرے خداؤں کو تم پوجتے ہو، جن کے آگے سجدہ تعظیمی بجا لاتے، ڈنڈوت کرتے اور نذر و نیاز چڑھاتے ہو سنو اور جانو کہ آخر وہ کس طرح وجود میں آتے ہیں۔ موسیٰؑ کی سرگذشت سے بت پرستی کے آغاز کا واقعہ سنایا گیا کہ بچھڑے [گائے] کو پوجے جانے اور اُس کے معبود گھڑے جانے کی ابتدا کس سفیہانہ اور مضحکہ خیز طریقے سے ہوئی۔ یہاں آپ اس شرک پر اللہ کے دو نبیوں کا دو مختلف انداز سے ردِّ عمل دیکھیے اور دونوں میں یہ قدرِ مشترک دیکھیے کہ اللہ کے نبی اس گھناؤنی چیز یعنی شرک سے کس طرح نفرت کرتے اور اس کا نام و نشان تک باقی رہنے کے ہر گز روادار نہیں ہوئے ہیں۔ پس آج جس شرک اور بت پرستی کی محمد ﷺ جو مذمت کر رہے ہیں اور جس طرح اِس کو جڑ بنیاد سے اُکھاڑنے کے درپے ہیں وہ نبوّت کی تاریخ میں کوئی پہلا واقعہ نہیں، سارے ہی نبی اسی طرح شرک کے دشمن رہے ہیں اور اس کی دشمنی سے کبھی کوئی مصالحت انھیں باز نہیں رکھ سکی ہے۔

انھوں نے جواب دیا ہم نے آپ سے کیے ہوئے وعدے کی ذرّہ برابر خلاف ورزی بہ رضا و رغبت اپنی مرضی سے نہیں کی، اور وہ لگے اپنی شرکیہ گم راہی کی [دور از کار] تاویلات پیش

---

۴۹ اس جیسا ملتا جلتا کردار ابو عامر راہب کا امتِ محمدیہ ﷺ میں رہا ہے، یہ اِس امت کا سامری ہے۔

۵۰ اچھے وعدوں سے مراد تورات عطا کرنے کا وعدہ ہے جس کے لیے بلایا گیا تھا۔

کرنے، کہنے لگے کہ معاملہ یہ ہوا کہ لوگوں کے زیورات کا بوجھ[۵۱] جسے ہم ڈھو ڈھو کر ہلکان ہو رہے تھے، ہم نے پھینک دیا تھا، جس کے سونے سے سامری نے بچھڑے کی ایک مورت ہمارے لیے ڈھال دی۔

سامری نے ان کے لیے ایک بچھڑا بنایا جس میں سے بیل کے ڈکرانے کی سی آواز نکلتی تھی۔ شرک کے رسیا پکار اُٹھے یہی ہے تمھارا معبود جسے موسیٰؑ بھول گیا ہے [اور نہ جانے کہاں ہے اور کس سے ملنے گیا ہے] کیا اُن میں اتنی بھی عقل نہ تھی کہ وہ غور کرتے کہ بچھڑا نہ تو اُن کی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کو کوئی نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے!

موسیٰؑ کے واپس پلٹ کر آنے سے پہلے ہی ہارونؑ ان سے کہہ چکے تھے کہ لوگو! تم اِس بچھڑے کی وجہ سے فتنے میں پڑ گئے ہو، تمھارا رب یہ بچھڑا نہیں ہے بلکہ رحمٰن ہے، پس تم میری [یعنی رحمٰن کے رسول ہارونؑ کی] پیروی کرو اور میری بات مانو۔ مگر انھوں نے اُس سے کہہ دیا کہ ہم تو اسی بچھڑے کی پرستش کرتے رہیں گے جب تک کہ موسیٰؑ واپس نہ آجائے۔

موسیٰؑ قوم کو ملامت کرنے کے بعد ہارونؑ کی طرف انتہائی غصے سے متوجہ ہوئے اور اُن کے داڑھی اور سر کے بال کھینچ کے کہا: اے ہارونؑ! تم نے جب دیکھا تھا کہ یہ گم راہ ہو رہے ہیں تو کیوں تم نے میری پیروی نہ کی؟ اور آخر کیوں تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی؟ [یعنی شرک کرنے والوں کی سختی سے سرزنش نہ کی]۔ ہارونؑ نے جواب دیا: اے میری ماں کے بیٹے[۵۲]، میری ڈاڑھی اور سر کے بال نہ کھینچ، مجھے اندیشہ تھا کہ تُو آکر کہے کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میری بات کا خیال نہ کیا۔

موسیٰؑ، ہارونؑ سے باز پُرس کرنے اور پھر سامری کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے سامری! تو اس معاملے میں کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسرے لوگوں کو نظر نہ آئی، پس میں نے رسُول [مراد جبریلؑ ہیں یا خود موسیٰؑ] کے نقشِ قدم سے ایک مٹھی خاک[۵۳] اُٹھالی

---

۵۱ اہلِ تفسیر ذکر کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے مصر سے نکلنے سے پہلے قبطیوں سے زیورات مستعار لیے تھے، مصر سے نکلتے وقت وہ زیورات بھی ساتھ لے آئے۔ وہاں سے نکل کر انھوں نے وہ زیورات پھینک دیے تھے۔

۵۲ ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے رقتِ قلبی کی امید پر یہ فقرہ کہا تھا، حقیقتاً موسیٰ علیہ السلام، ماں اور باپ دونوں طرف سے اُن کے بھائی تھے۔

۵۳ کہا جاتا ہے کہ اس خاک میں یہ تاثیر تھی کہ جب اسے کسی چیز پر ڈالا جاتا تو وہ گویا ہو جاتی تھی، یہ امتحان اور آزمائش تھی۔

اور اُس کو سونے کے بچھڑے میں ڈال دیا۔ میرے نفس نے مجھے کچھ ایسا ہی سُجھایا۔اِس بے تُکی بکواس سے متاثر ہوئے بغیر موسیٰؑ نے اُس کی بد اعمالی کی سزا یہ مقرر کی کہ وہ زندگی بھر یہی پُکارتا رہے کہ مجھے نہ چھونا۔اور کہا کہ تیرے لیے باز پُرس کا ایک وقت مقرر ہے جو تجھ سے ہر گز نہ ٹلے گا۔اور اپنے اِس معبود کو دیکھنا جس پر تُو مرا جارہا تھا،اس کو ہم جلا ڈالیں گے اور ریزہ ریزہ کر کے سمندر میں بکھیر دیں گے۔لوگو، تمھارا معبود تو بس ایک اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی اور الٰہ نہیں ہے، اُس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ [مفہوم آیات ۸۷ تا ۹۷]

قیامت کی دہشت کا عالم جہاں اللہ کی مرضی اور اجازت کے بغیر شفاعت نہ کر سکے گا

یوں آپ دیکھیے کہ قصۂ موسیٰ کے پیرائے میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے اُن تمام لاشعوری اور شعوری اشکالات کو دور کر دیا ہے جو حق کے قبول کرنے میں سدِّ راہ بن رہے تھے۔اس وقت نبوّت کے پانچویں سال میں جاری حق و باطل کی کشمکش کو دیکھیے اور اِس سورۃ کا مطالعہ فرمائیے۔اگر سیرت النبی ﷺ کے مطالعے نے آپ کے اندر قرآن سے حظ اُٹھانے کا ایک ذوق پیدا کر دیا ہے تو آپ اپنے آپ کو ڈیڑھ ہزار برس قبل مکّہ میں کھڑا پائیں گے اور وہاں کے حالات کو موسیٰؑ کے حالات سے کامل مماثل پائیں گے۔اِس سورۃ کے آخری حصے میں، شرک اور توحید کی اس جنگ کے دوران سالار اعلیٰ [جو خود اللہ تبارک و تعالیٰ ہیں] کی زبان سے وقت کے فرمان [order of the day] کو سمجھیے:

یہ قرآن تو سراسر نصیحت اور یاد دہانی ہے جو تمھاری اپنی ہی زبانِ عربی میں تم کو سمجھانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔اس کو توجہ سے سن کر اس پر عمل کرو گے اور اس سے سبق لو گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے اور نہ مانو گے تو خود برا انجام دیکھو گے۔

اے محمدؐ، یوں ہم گزری ہوئی قوموں کے حالات تمھیں سنا رہے ہیں، جن میں خصوصی سبق اور سامانِ عبرت ہے اور اپنی نوازشِ خاص سے تمھیں بھی ایک یاددہانی والی کتاب عطا کی ہے۔جو کوئی اِس سے منہ موڑے گا وہ قیامت کے روز گناہوں کا بھاری بوجھ اُٹھائے گا، اور ایسے سب لوگ ہمیشہ اسی اعراض کے جنجال میں پھنسے رہیں گے، روزِ قیامت یہ بڑا بھاری بوجھ ہو گا۔جس دن صُور پھُونکا

جائے گا۔ ہم مجرموں کو اس حال میں اکٹھا کریں گے کہ ان کی آنکھیں دہشت کے مارے نیلی ہوئی جا رہی ہوں گی، آپس میں چپکے چپکے کہیں گے کہ دُنیا میں بس ہم کوئی دس دن ہی رہے ہوں گے، ہمیں خوب معلوم ہے جو کچھ کہ وہ باتیں بنا رہے ہوں گے۔ اُس وقت ان کا جو سب سے بڑا دانش ور cultured ہو گا وہ کہے گا کہ نہیں، دنیا میں تمھارا قیام بس ایک دن کا تھا۔

اے محمدؐ تمھارے مخاطبین تم سے پُوچھتے ہیں کہ قیامت کے روز اِن اونچے اونچے پہاڑی سلسلوں کا کیا بنے گا؟ کہو کہ میرا رب ان کو حقیر خاک وِدُھول کی مانند اُڑا دے گا اور زمین کو بالکل ہموار میدان بنا دے گا کہ جس میں تم کہیں کوئی اونچائی اور نیچائی نہ دیکھ پاؤ گے۔ اُس روز سب لوگ اللہ کی جانب سے ایک اعلانِ عام کرنے پر مامور فرشتے کی پکار پر نکل کر سیدھے چل پڑیں گے، مجال نہ ہو گی کہ کوئی اکڑ دکھا سکے اور ساری آوازیں غفور رحیم پروردگار یعنی رحمٰن کے آگے پست ہو جائیں گی، سوائے کانا پھوسی کی سرسراہٹ کے تم کچھ محسوس نہ کرو گے۔ اُس روز کوئی شفاعت کارگر نہ ہو گی اِلّا یہ کہ کسی کو رحمٰن اجازت دے اور جس کے لیے کوئی بات سُننا پسند کرے۔ یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِيَ لَهٗ قَوْلًا۔

اللہ اپنے کمزور بندوں کے اگلے پچھلے تمام احوال کو جانتا ہے جس کی بنیاد پر وہ کسی [مقرب بندے] کو کمزور بندوں کے لیے اچھی بات [شفاعت] کہنے کی اجازت دے گا جب کہ دُوسروں [اللہ کے مقرب بندوں کو جن سے شفاعت کے لیے کہا جائے گا] کو کمزور بندوں کے احوال کا پورا علم نہیں ہے۔ قیامت کے دن لوگوں کے چہرے اُس حیّ و قیّوم رب کے آگے جھکے ہوئے ہوں گے۔ ناکام و نامراد ہو گا جو اُس وقت کسی ظلم[54] کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہو گا۔ اور اس دنیا میں جو صاحبِ ایمان نیک عمل کرے گا اُسے قیامت میں کسی زیادتی یا حق مارے جانے کا خوف نہ ہو گا۔

اور اے محمدؐ، اِسی طرح ہم نے اپنی کتاب کو عربی قرآن کی صورت میں نازل کیا ہے، اور اس میں بڑے مناسب اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو خبردار و آگاہ کر دیا ہے تاکہ لوگ ڈرتے ہوئے اور برائیوں سے بچتے ہوئے زندگی گزاریں یا ہماری یہ خبرداری و آگاہی لوگوں میں کچھ سوجھ بوجھ پیدا کرے۔ پس بالا و برتر ہے اللہ، اس ساری کائنات کا حقیقی بادشاہ!

[54] ظلم کا اطلاق ہر گناہِ کبیرہ پر ہوتا ہے، اور سب سے بڑا ظلم شرک ہے جیسا کہ قرآن کہتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ [سورۂ لقمان ۱۳]

اور دیکھو، جبریلِ امین کی جانب سے وحی الٰہی کی تکمیل سے قبل قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو، اور دُعا کرتے رہو کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ ہوتا ہی رہے! وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

[مفہوم آیات ۹۸ تا ۱۱۴]

ابتدائے انسانیت کی تاریخ، قصہ آدمؑ و ابلیس

یہاں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مکمل ہوا ، یہ بتایا گیا ہے کہ اے محمدؐ یہ سرگذشت ایک قصہ ماضی ہی نہیں خود تمھاری سرگذشت بھی یہی ہے، خبردار کہ جلد بازی نہ کرنا، صبر سے ہر آن کام لینا۔ اور اب آدم علیہ السلام کا قصہ شروع کر کے یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ اے اہلِ مکّہ تم لوگ اللہ کے نبی کے مقابلے میں جو روش اختیار کر رہے ہو دراصل شیطان کی پیروی ہے۔ شیطان کے بہکائے میں آکر وقتی طور پر راہِ راست سے ہٹ جانا تو ایسی کوئی بڑی غلطی نہیں ہے ، تمھارے باپ آدم علیہ السلام بھی اس کا شکار ہوئے تھے مگر اُن کے بیٹوں کے لیے اُن ہی کی سنّت ہی صحیح روّیہ ہے، وہ یہ کہ جب بھی غلطی کا احساس ہو جائے تو آدمی صاف صاف اس کا اعتراف کر لے، توبہ کرے، اور اللہ کی بندگی کی طرف پلٹ آئے۔ گناہ اور پھر اس پر اصرار اور نصیحت کرنے پر اُسے انا کا مسئلہ بنانا اور کسی طور اس سے باز نہ آنا، ابلیس کی سنّت ہے جس کا نقصان آدمی کو خود ہی بھگتنا پڑتا ہے۔

اے محمدؐ ہم تمھیں اب ذرا آدمؑ کا قصہ سناتے ہیں، موسیٰ سے بہت پہلے ابتدائے انسانیت کے وقت جب آدم کی تخلیق کے بعد ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے انکار کیا۔ ابلیس کے اس روّیے پر ہم نے آدمؑ کو خبردار کیا کہ جان لو یہ تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے، کہیں یہ تم کو جنّت سے نہ نکلوا چھوڑے اور تم آزمائش میں پڑ جاؤ۔ یہاں جنت میں تو تمھیں یہ آرام ہے کہ نہ بھُوکے رہو گے اور نہ ہی ننگے، نہ پیاس تم کو ستاتی ہے اور نہ دُھوپ۔ آدمؑ نے جنت میں قیام کے موقع پر ایک عہد کی پابندی کا عزم کیا تھا کہ وہ ایک مخصوص درخت کے قریب نہیں جائے گا مگر وہ اس عہد کو بھُول گیا، ہم نے اُس میں عزم کی پختگی نہ پائی۔ پھر شیطان نے اس کو ورغلایا کہنے لگا کہ آدم، کیا تمھیں ہمیشگی کی زندگی اور لازوال بادشاہی عطا کرنے والا درخت نہ بتاؤں؟ آخر کار اُس کے بہکاوے میں آکر دونوں

میاں بیوی نے اُس شجرِ ممنوعہ کا پھل کھالیا تو فوراً ہی اُن کے ڈھانکنے کی چیزیں ایک دوسرے کے سامنے کھل گئیں اور دونوں حیا کے باعث اپنے آپ کو باغ کے پتّوں سے ڈھانپنے لگے۔ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گیا۔

پھر اُس کے رب نے اُسے اِس طرح نوازا کہ اس کی توبہ قبول کرلی اور ہدایت بخش دی اور تخلیقِ کائنات کے منصوبے کے مطابق اس کے اگلے مرحلے کے آغاز کے لیے فرمایا سب یہاں سے زمین پر اُتر جاؤ۔ اے آدم و ابلیس تم زمین پر ایک دُوسرے کے دُشمن ہوگے۔ پس اے آدم اگر تمھارے پاس میری جانب سے کوئی ہدایت آئے تو اُس کی پیروی کرنا، جو میری اُس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گم راہ ہوگا نہ بدنصیب رہے گا، اِس کے برخلاف جو میری یاددہانی اور نصیحت سے منہ موڑے گا اُس کے لیے دُنیا کی زندگی تو ایک جنجال ہوگی ہی، قیامت کے دن بھی ہم اُسے اندھا کرکے اُٹھائیں گے۔ وہ فریاد کرے گا اے رب، مجھے اندھا کیوں اُٹھایا، دُنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا؟ اللہ کا فرمان ہوگا کہ جس طرح تو ہماری آیتوں کے لیے جب وہ تیرے پاس آئی تھیں تو اندھا بن گیا تھا، اُن کی طرف دیکھتا تک نہ تھا اُسی طرح آج تجھے اندھا اٹھایا اور بھلایا جارہا ہے، کوئی نظرِ عنایت نہیں ہوگی، کوئی فریاد نہیں سنی جائے گی۔

یوں ہم حدود سے تجاوز کرنے اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لانے والوں کو بدلہ دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب زیادہ شدید اور ہمیشہ برقرار رہنے والا ہے۔

اے محمدؐ کیا تمھارے مخاطبین کو تاریخ کی اِس روایت سے کوئی ہدایت نہ ملی کہ اِن سے پہلے کتنی ہی جہالت کی ماری تہذیبوں کو ہم تباہ و برباد کرچکے ہیں جن کے آثارِ قدیمہ پر، اپنے تجارتی اسفار کے دوران اِن کا گزر ہوتا ہے؟ انسانی تاریخ میں جاری اس روایت میں عقل والوں اور سمجھنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ [مفہوم آیات ۱۱۵ تا ۱۲۸]

اوقات نماز اور کفایت کرنے والا تھوڑا رزقِ حلال

اختتامِ سورۃ پر رسول اللہ ﷺ اور اہلِ ایمان کو حاصلِ کلام کے طور پہ یہ بتایا جارہا ہے کہ اس کشمکشِ حق و باطل میں جلد بازی اور بے صبری بے سود ہے۔ قریش کی اللہ کے سامنے اس جرات پر وہ متعجب نہ ہوں اور اللہ کی طاقت اور قدرت کے بارے میں کسی شبہے میں مبتلا نہ ہوں، اللہ کی یہ

سنت نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کواس کے حق سے اور حق کی دعوت سے انکار پر فوراً سزا دے ڈالے بلکہ اپنی مہربانی سے ایک طویل مدت اُن کو بات سمجھنے کے لیے اور اِتمامِ حجت کے لیے عطا فرتا ہے۔ لٰہذا مومنین بے صبری نہ دکھائیں، اور کفار کی زیادتیوں کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے چلے جائیں، ساتھ ہی اِن نادانوں کو حق کی دعوت اور انذار کرتے رہیں۔ صبر کے سلسلے میں نماز بہت اہم ہے لٰہذا اس کی تاکید کی گئی ہے، ابھی پانچواں سالِ نبوّت ہے، پنج وقتہ نماز تو چھ سات سال بعد معراج کے موقع پر فرض کی جائے گی، تاہم غور کریں کہ قرآن اوقاتِ نماز کے لیے جن مواقع و مظاہرِ قدرت کا یہاں ذکر کر رہا ہے، اُن کو بغور دیکھیں تو ہم نماز کے لیے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی سنّتِ ثابتہ سے معلوم اُن اوقاتِ نماز کو دیکھ سکتے ہیں جن پر یہ امت سارے عالم میں عامل ہے۔ ذیل میں دیے گئے مفہوم میں ہم نے ان اوقات کو پہچاننے کی رعایت رکھی ہے۔ سورۃ کا اختتام اہلِ ایمان میں صبر، تحمل، قناعت، رضا بالقضا اور احتساب جیسے اعلیٰ اوصاف کے تذکرے پر ہوتا ہے جو اللہ کے نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی برپا کردہ دعوتِ حق کے لیے مطلوب ہیں۔

> جس طرح کی یہ باتیں بنا رہے ہیں اور جس جہالت اور غرور سے یہ بار بار تم کو عذاب لانے کے لیے چیلنج کر رہے ہیں، اور عذاب نہ آنے کو تمھاری کمزوری قرار دے رہے ہیں تو سنو اگر تیرے رب کی طرف سے عذاب کی بابت پہلے سے ایک فیصلہ اور مدّت و مہلت نہ مقرر ہو چکی ہوتی تو ضرور ان پر عذاب مسلط ہو چکا ہوتا۔ پس اے محمدؐ، جو کچھ یہ لوگ اُلٹی سیدھی باتیں بناتے ہیں اُن پر صبر کرو، اور طلوعِ آفتاب سے قبل بوقتِ فجر اور قبلِ غروبِ آفتاب بوقتِ عصر اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو اور اللہ کے لیے یہ حمد و ثنا و تسبیح جاری رہے رات کے اوقات عشا اور تہجد میں بھی اور دن کے کناروں پر بوقتِ ظہر و مغرب بھی، یہ وظیفہ اس لیے کہ جہلا [وحی سے بے زار اور عقل کے پرستار نام نہاد دانش وروں] کی باتوں اور رویے سے جو تکدّر تمھیں ہوتا ہے دور ہو اور تم پُر سکون اور راضی و خوش رہو۔

> شرک و جاہلیت کے ماروں کو جو معیارِ زندگی اور آسائشیں ملی ہیں اُن کی طرف ایک نگاہِ غلط انداز بھی نہ ڈالو جو دُنیوی زندگی میں محض اُن کی آزمائش کے لیے ہم نے اِن میں سے مختلف گروہوں کو

دے رکھی ہیں۔ تجھے تیرے رب کا دیا ہوا رزقِ حلال گرچہ تھوڑا ہی سہی مگر بہتر اور پایدار ہے۔ اپنے ساتھ چلنے والوں اور گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اُس پر مضبوطی سے پابند رہو۔ ہم تم سے رزق کا سوال نہیں کرتے۔ رزق تو ہم ہی تمھیں دے رہے ہیں۔ جان لو کہ زندگانی کی اس دوڑ میں آخری کام یابی اللہ سے خوف کھا کر برائیوں سے بچنے والوں ہی کے لیے ہے۔

اے محمدؐ تمھارے مخالفین کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے کوئی ایسی صاف نشانی یا معجزہ کیوں نہیں لے آتا کہ ہمیں تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو؟ ان سے دریافت کیا جائے کہ کیا ان کے پاس اگلے صحیفوں میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اُس سے انھیں کوئی دلیلِ واضح نہیں ملتی؟

اے محمدؐ اگر تمھاری جانب سے اس ساری تذکیر سے پہلے جو اس بیان [سورۃ] میں ہے [اور جو قرآن مسلسل محمدؐ پر نازل ہو رہا ہے] اگر ہم اِن کے عذاب کے لیے بار بار مطالبہ پر ان کو ہلاک کر دیتے تو پھر یہی لوگ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار، تُو نے ہمارے پاس کوئی رسُول کیوں نہ بھیجا کہ ذلیل و رُسوا ہونے سے پہلے ہی ہم اپنی روش بدل لیتے اور تیری آیات کی پیروی کرتے۔ اِن سے کہیے کہ سب نتیجے کے انتظار میں ہیں، انتظار کرو جلد ہی تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ کون سیدھی راہ والے ہیں اور کون منزل یعنی دائمی کام یابی کو پا لینے والے ہیں۔ [مفہوم آیات ۱۲۹ تا ۱۳۵]

☆☆☆☆